اختلافِ سلسلہ احمدیہ پر ایک نظر

قادیانی خلفاء کی مختصر سرگذشت

از جناب

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

شائع کردہ :- مکتبہ احمدیہ ۲۳ مال روڈ لاہور

www.aaiil.org

حضرت مسیح موعود کی وصیّت

سلسلہ احمدیہ کے باہمی اختلاف کی ابتدا درحقیقت حضرت اقدس مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی وصیّت ہے۔ جو آپ نے ۱۹۰۵ء میں لکھی اور جس میں اپنی جماعت کے نظام کو اسلامی جمہوریت کی بنیادوں پہ کھڑا کر کے تجدید دین کا یہ عظیم الشان کارنامہ بھی دنیا کے آگے پیش کر دیا۔ کہ اسلام جمہوریت کا حامی ہے نہ کہ ملوکیت اور استبدادیت یا ڈکٹیٹر شپ کا۔ اور پھر ان پہ اتنا زور دیا۔ کہ اپنی زندگی میں اس نظام کو قائم کر کے برابر ڈھائی برس تک سلسلہ کو انہی جمہوریت کے اصولوں پر چلایا۔ اور آخر میں ایک امر متنازعہ فیہ میں یہ میگنا کارٹا بھی لکھ کر دے گئے۔ کہ "میرے بعد ہر ایک امر میں اس انجمن کا اجتہاد کافی ہوگا"

میاں صاحب کی ہوس اقتدار اور تمنائے حصولِ ریاست

آپ کے بڑے صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب کے ہوس اقتدار اور تمنائے حصول ریاست میں یہ وصیّت جو جمہوریت کے اصولوں پہ مبنی تھی۔ بڑی روک تھی۔ اس لئے ان کا ہمیشہ یہی میلان رہا کہ اس جمہوریت کو فنا کیا جائے۔ اور اس وصیّت کو کالعدم کر دیا جائے۔ حضرت مسیح موعود کی وفات پر مولانا نور الدین صاحب مرحوم کو جب احمدی جماعت نے اپنا امیر چُنا۔ تو میاں محمود احمد صاحب اور ان کے خاندان کو اس سے بڑا صدمہ ہُوا۔ اس واقعہ کے بعد دو باتوں کا انسداد انہیں ضروری نظر آیا۔

۱۔ ایک تو یہ ہے کہ اہلِ بیت سے باہر کسی شخص کا امیر بن جانا

۲۔ انجمن کا وجود جو جمہوریت کے اصولوں پہ قائم ہونے کی وجہ سے گدی اور پیر پرستی کے لئے روک بنی ہوئی تھی۔

پہلی مشکل دور کرنے کی تجویز میاں صاحب کے علم و تقویٰ کا پروپیگنڈا

ا۔ پہلی مشکل کو آسان کرنے کے لئے یہ تدبیر اختیار کی گئی۔ کہ میاں محمود احمد صاحب کے حامی موالی نے میاں محمود احمد صاحب کے علم اور تقوٰے کا ایک بے جا پروپیگنڈا شروع کر دیا۔ تاکہ آئندہ انتخاب کے موقع پر قوم کی نظر انتخاب میاں صاحب کے سوا اور کسی پر نہ پڑے۔ خود میاں صاحب کے نانا میر ناصر نواب صاحب دار الضعفا کے چندے کے بہانے شہر بہ شہر اور دیہہ بہ دیہہ دورے کرتے پھرے۔ اور جماعت میں میاں صاحب کی استجابت دعا اور تقویٰ و تقدس کا ایک غلط پروپیگنڈا کرتے۔ اور مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی نسبت طرح طرح کی غلط فہمیاں پھیلاتے پھرے۔ کیونکہ مولوی نور الدین صاحب کے بعد جن دو شخصوں پر قوم کی نظر انتخاب پڑ سکتی تھی۔ وہ یہی دونوں بزرگ تھے۔ اس لئے ضروری تھا کہ قوم کی نظروں سے ان دونوں کو گرا دیا جائے۔ اور میاں محمود احمد صاحب کی عظمت کا سکہ ان کے دلوں پر بیٹھا یا جائے۔

انجمن کے وجود کو مٹانے اور بے اثر کرنے کی کوشش

۲۔ دوسرا طریق انجمن کے وجود کو مٹانے یا اسے بے اثر بنا دینے کی کوشش تھی۔ اور خواہش یہ تھی کہ بندوق مولوی نور الدین صاحب کے کندھے پر رکھ کر چلائی جائے یعنی انجمن کو حضرت مولانا نور الدین صاحب کے ہاتھوں مٹوا دیا جائے۔ یا بے اثر بنا دیا جائے۔ اور خود الگ کے الگ بھی رہیں یعنی سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے انجمن کو بے اثر بنانے کے لئے پہلے تو میاں محمود احمد صاحب نے اپنے بعض رشتہ دار ممبران انجمن کے ساتھ مل کر ایک پارٹی بنائی۔ جس کا مقصد یہ تھا کہ مولوی محمد علی صاحب

اور خواجہ کمال الدین صاحب کو ہر اہم معاملہ میں نیچا دکھایا جاتے۔ کیوں کہ ڈر یہی تھا۔ کہ میاں صاحب کو چھوڑ کر کہیں قوم ان دونوں بزرگوں کی طرف نہ مائل ہو جائے۔

میر ناصر نواب مرحوم کی زبان سے دلی خواہش کا اظہار

چنانچہ ایک مرتبہ میر ناصر نواب صاحب نے جموں میں مولوی غلام احمد صاحب سے صاف لفظوں میں کہا۔ "مولوی نور الدین صاحب گھوڑے سے گر گئے ہیں۔ خدا ان کو سلامت رکھے۔ ابھی ان کی بہت ضرورت ہے۔ ابھی کچھ مدت وہ زندہ رہیں۔ کیونکہ میاں صاحب ابھی چھوٹے ہیں۔ انہوں نے ابھی قرآن کو اچھی طرح سمجھنا ہے۔ اس وقت خلقت خواجہ کمال الدین کی طرف جھک رہی ہے۔ وہ خلقت کے دل میں اپنا اثر ڈال رہا ہے۔ اور خلقت تمام رجوع ہو گئی ہے۔ ہمارے میاں صاحب ابھی خورد سال ہیں۔ خدا کرے مولوی صاحب کی عمر زیادہ ہو۔ ہم نے میاں صاحب کو خلیفہ بنانا ہے" وغیرہ وغیرہ۔ میر صاحب موصوف کا یہ بیان کیا صاف طور پر نہیں ظاہر کر رہا۔ کہ دن رات میاں محمود احمد صاحب کی خلافت کے لئے پروپیگنڈا ہو رہا تھا۔ اور مولوی نور الدین صاحب کی زندگی کی اگر تمنا تھی۔ تو صرف اس لئے کہ میاں صاحب ذرا بڑے ہو جائیں۔ یہ بیان سید محمود شاہ صاحب سیکرٹری انجمن نے اخباروں میں چھپوایا۔ اور کسی کو اس کی تردید کی جرأت نہیں ہوئی۔

میاں صاحب کی پارٹی کی پہلی فتنہ انگیزی

اسی اثنا میں سب سے پہلا فتنہ جو میاں محمود احمد صاحب کی پارٹی نے قادیان میں اٹھایا تھا۔ وہ یہ تھا۔ کہ مولوی نور الدین صاحب کے سامنے یہ سوالات لا ڈالے۔ کہ آیا انجمن خلیفہ کے ماتحت ہے یا خلیفہ انجمن کے ماتحت ہے۔ آیا انجمن خلیفہ کو برطرف کر سکتی ہے۔ یا خلیفہ انجمن کو توڑ سکتا ہے؟ افسوس ہے۔ کہ مولوی صاحب نے اپنی سادگی سے

ان سوالات کو آگے چلایا۔ یعنی انجمن کے ممبروں کے سامنے پیش کر دیا۔

انجمن کے صائب الرائے ممبروں کا جواب

میاں صاحب کی پارٹی تو حضرت اقدس کی وصیت اور انجمن کو کالعدم کرنے پر پہلے ہی تلی ہوئی تھی۔ اس نے تو یہی کہنا تھا۔ اور یہی کہا۔ کہ حضور سرکار جو کچھ ہے خلیفہ ہی ہے۔ انجمن کیا بلا ہوتی ہے۔ لیکن باقی تمام ممبران انجمن نے جن میں مولوی محمد علی صاحب۔ خواجہ کمال الدین مرحوم۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ مرحوم۔ شیخ رحمت اللہ مرحوم۔ ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ مرحوم۔ میر حامد شاہ مرحوم۔ مولانا غلام حسن خان صاحب پشاوری وغیرہ تھے۔ انہوں نے صاف لفظوں میں لکھا کہ حضرت مسیح موعود کی وصیت کی رو سے ان کی جانشین انجمن ہے۔ حضرت صاحب نے کسی فرد واحد کو اپنا جانشین نہیں بنایا۔ یہ اور بات ہے۔ کہ اس انجمن نے بالاتفاق آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے آپ کو اپنا مطاع بنا لیا۔ تو یہ اس کا اپنا ذاتی فعل ہے۔ وہ وصیت کے ماتحت ایسا کرنے کے لئے مجبور نہ تھی۔ آئندہ بھی آپ جیسا عالم۔ فاضل متقی بزرگ اگر مل جائے۔ اور انجمن بالاتفاق اس کے ہاتھ پر بیعت کر کے اسے اپنا مطاع بنا لے۔ تو یہ اس کا اختیار ہے۔ لیکن اگر کوئی ایسا آدمی نہ ملے یا آئندہ کسی فرد واحد کو مطاع بنانے کی وہ ضرورت نہ سمجھے۔ تو خواہ مخواہ کسی فرد واحد کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور اسے اپنا مطاع بنانے کے لئے وہ مجبور نہیں ہے۔ کیونکہ وصیت میں کسی فرد واحد کو مطاع بنانے کا کوئی حکم موجود نہیں۔ وہاں حضرت مسیح موعود کی جانشین فقط انجمن ہے۔ پس یہ سوالات قبل از وقت اور بے محل ہیں۔

وصیت میں کسی نئے پیر کی بیعت تو بہ کا کوئی حکم نہیں ہے

یہ جوابات نہایت معقول تھے۔ اور حقیقت پر مبنی تھے۔ جن کی تردید نہیں ہو سکتی تھی۔

وصیت میں ایسا کوئی حکم موجود نہ تھا۔ کہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد کسی نئے پیر کے ہاتھ پر بیعت توبہ کرو۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ حضرت مسیح موعود کی وفات کے بعد ساری جماعت احمدیت سے خارج ہوگئی تھی۔ جو مولانا نورالدین صاحب کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی اسے ضرورت پڑ گئی۔ حضرت مسیح موعود نے تو فقط اپنی جماعت میں ایسے بزرگوں کو جن پر جماعت کے چالیس آدمی اتفاق کریں غیر احمدیوں سے بیعت لینے کی اجازت دی تھی۔ نہ یہ کہ آپ کی وفات کے بعد آپ کے مرید ایک نیا پیر و مرشد پکڑیں۔ دوسرے لفظوں میں اس کے معنے یہ ہوئے۔ کہ جب حضرت مسیح موعود کا وصال ہوا۔ تو آپ کی ساری جماعت احمدیت سے مرتد قرار پائی۔ اس لئے ضروری ہوا۔ کہ مولوی نورالدین صاحب کے ہاتھ پر پھر یہ لوگ توبہ کر کے دوبارہ احمدیت میں داخل ہوں۔ جب مولوی نورالدین صاحب فوت ہوئے تو پھر سب مرتد ہو گئے۔ اور ضروری ہوا کہ توبہ کر کے نئے پیر و مرشد کے ہاتھ پر پھر سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں۔ یہ کیا مذاق ہے۔

اسلام میں بھی اس کی کوئی مثال موجود نہیں ہے

۱۔ کیا اسلام میں اس کی کوئی اور بھی مثال ہے (۱) کیا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے ہاتھ پر تمام دنیا کے مسلمان بیعت کیا کرتے تھے۔ یا صرف چند اکابر صحابہ۔ جن کے ہاتھ میں سلطنت کے نظم و نسق کی باگ تھی۔ بیعت کیا کرتے تھے۔

۲۔ کیا حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ اور دیگر خلفائے راشدین کے ہاتھ پر بیعت کرنے والے فقط بیعت اطاعت کیا کرتے تھے۔ یعنی امور سلطنت اور امر بالمعروف میں ان کی اطاعت کا اقرار کرتے تھے۔ یا بیعت توبہ کرتے تھے۔ یعنی ان کو اپنا پیر و مرشد مانا کرتے تھے۔ اور یہ خلافت راشدہ کیا پیری مریدی کی گدیاں ہوتی تھیں ۔۔۔ ؟

خلفائے راشدین صرف بیعت اطاعت لیتے تھے

مگر ایسا نہیں تھا۔ یعنی خلافت راشدہ میں صرف اکابر قوم جن کے ہاتھ میں ——— سلطنت کے نظم ونسق کی باگ ہوا کرتی تھی۔ خلیفہ کی بیعت کیا کرتے تھے۔ اور وہ بیعت فقط بیعتِ اطاعت ہوا کرتی تھی نہ کہ بیعت توبہ۔ یعنی بیعت کرنے والے خلیفہ کو پیرو مرشد نہیں مانتے تھے۔ بلکہ بیعت سے مراد فقط امور سلطنت اور امر بالمعروف میں اطاعت کا اقرار تھا تو پھر اب یہ بدعت کیسی کہ حضرت مسیح موعود کے بعد سب احمدی پھر سے بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہوں۔

صوفیا کا طریق اور اقوال

یہ جو مسلمانوں میں پیری مریدی کی گدیاں بنی ہوئی ہیں ان کے ہاں بھی پیر کے مرنے کے ——— بعد اس کے مرید اس کے خلیفہ کے ہاتھ پہ ہرگز بیعت نہیں کرتے اور اس لئے خلیفہ کے پیر بھائی کہلاتے ہیں۔ نہ کہ مرید۔ بلکہ وہاں تو اتنا شغف ہے۔ کہ بعض صوفیا نے حضرت مسیح موعود کو صادق مانتے ہوئے بھی آپ کی بیعت نہ کی۔ عذر یہی پیش کیا کہ "ہم اس سے قبل کسی بزرگ کے مرید ہو چکے ہیں۔ شوہر ایک ہی ہوتا ہے۔ جب ایک جگہ روحانی نکاح ہو چکا تو دوسری جگہ نکاح کیسے ہو۔" ان کا یہ عذر غلط ہو یا صحیح۔ مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ غرض تو یہ ہے۔ کہ کسی امام کے فوت ہونے پر اس کے مریدوں کا آئے دن ایک نیا پیر پکڑتے رہنا صریح بدعت ہے۔ جس کا اسلام میں کہیں نام ونشان نہیں۔ اور اسلام کا تعامل اس سے قطعاً خالی ہے۔ اور متاخرین صوفیا کے نزدیک تو یہ ایک نت نیا خصم کرتے رہنے کے مترادف ہے۔

مولانا محمد علی صاحب کا کلمۂ حق

یہی وجہ تھی کہ حضرت مسیح موعود کی وفات پر جب جماعت کے لوگ حضرت مولانا نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے اور وہ غلطی سے بجائے بیعت اطاعت کے بیعت توبہ لینے

لگے۔ تو مولوی محمد علی صاحب نے صاف کہا۔ کہ احمدیوں کو بیعت کرنے کی ضرورت نہیں۔ غیر احمدیوں کو جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کے لئے اس بیعت کی ضرورت ہے۔ نہ کہ احمدیوں کو۔ جو لوگ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت توبہ کر کے ان کو اپنا روحانی پیر و مرشد بنا چکے ہیں۔ انہیں اب دوبارہ حضرت مولانا نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی ضرورت کیا ہے؟"

ایک اصولی غلطی

لیکن وہ وقت بہت نازک تھا۔ حضرت مسیح موعود کی اچانک وفات کی وجہ سے ڈاکٹر عبدالحکیم خان اور مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بہت بڑا فتنہ اٹھایا ہوا تھا۔ اور بڑا شور و شر کر رہے تھے۔ اور جماعت احمدیہ کو اس وقت مرتد کر دینے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے تھے۔ اور جماعت کے کمزور لوگ بہت انتشار کی حالت میں تھے اور بے دل ہو رہے تھے۔ اس لئے خواجہ کمال الدین صاحب نے فرمایا کہ اس وقت چپ کر رہو۔ وقت ایسا نازک ہے کہ اس مسئلہ کو چھیڑنے سے ایک نیا اختلاف اور فتنہ پیدا ہو جانے کا احتمال ہے۔ چلو مولوی نورالدین صاحب ایک بزرگ عالم ہیں۔ اگر ان کے ہاتھ پر دوبارہ بیعت کر لی۔ تو کیا مضائقہ ہے" لیکن حق یہ ہے کہ خواجہ صاحب کی یہ ایک اصولی غلطی تھی۔ اور اس غلطی کا خمیازہ آج جماعت اٹھا رہی ہے۔ کہ قادیان میں ایک گدی بن گئی ہے۔ جو استبدادیت اور شخصیت پرستی میں تمام گدیوں پہ سبقت لے گئی ہے۔ اور جماعت کا کثیر حصہ اسی ایک پتھر سے ٹھوکر کھا کر انسان پرستی اور عقائد شنیعہ کے گڑھے میں جا گرا ہے

میاں صاحب کے مریدوں کا بے معنی اعتراض

میاں محمود احمد صاحب کے مریدوں میں سے کوئی قرآن نہیں کھول کر دیکھتا۔ حدیث اور تعامل اسلام پر نظر نہیں ڈالتا۔ خلافت راشدہ پر غور نہیں کرتا۔ حضرت مسیح موعود کی وصیت کو نہیں پڑھتا۔ بس سب کے سب اس ایک بات کو سینہ سے لگائے پھرتے ہیں۔ کہ تم نے مولوی نورالدین صاحب کے ہاتھ پر کیوں

بیعت کی تھی سمجھ نہیں آتا کہ اگر ہماری یہ تقلید کورانہ ایسی ہی اہم ہے کہ قرآن و حدیث۔ تعامل اسلام حضرت مسیح موعود کی وصیت۔ وغیرہ۔ سب اس کے سامنے کالعدم اور ناقابل توجہ ہیں۔ تو پھر چاہیئے کہ آج ہماری تقلید کرتے ہوئے میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر بھی بیعت نہ کریں۔ اور ان کی خلافت کو ایک بدتی خلافت سمجھیں اور ان کے عقائد کو سخت ضلالت اور گمراہی کے عقائد سمجھیں۔ لیکن اگر وہ یہ کہیں کہ تم اب غلطی کر رہے ہو تو معلوم ہوا کہ ہم غلطی بھی کر سکتے ہیں۔ خواہ پہلے کریں۔ یا پیچھے کریں۔ پس ہمارا فعل تو تمہارے لئے کوئی حجت نہ رہا۔

اہل تحقیق اور حق پرستوں کا تو یہ شیوہ نہیں ہوتا

تمہارا فرض ہے کہ ہمارے افعال کو قرآن اور حدیث۔ تعامل اسلام۔ حضرت مسیح موعود کی وصیت اور مختلف تحریروں پر رکھ کر پرکھو۔ جس فعل کو ان کے مطابق پاؤ اسے مان لو جسے خلاف پاؤ اسے نہ مانو۔ آگے پیچھے کے معاملہ کو چھوڑ دو۔ یہ تو سوچیئے اگر غلطی کر سکتا ہے وہ پہلے بھی کر سکتا تھا۔ کسی فعل میں اگر بعد میں آکر غلطی ہو سکتی ہے تو پہلے بھی ہو سکتی ہے۔ پس ہمارا کوئی فعل غلط ہو یا صحیح کسی محقق کے لئے حجت نہیں۔ اہل تحقیق اور حق پرستوں کا تو یہ شیوہ ہونا چاہیئے۔ کہ قرآن اور حدیث اور حضرت مسیح موعود کی اپنی تحریروں اور وصیت کو مقدم کریں اور ان کی اتباع کریں۔ خدا کے سامنے جوابدہی کے وقت یہ عذر لنگ تو کام نہیں آئے گا۔ کہ

باقی معاملات میں پیغامیوں کی تقلید کیوں نہیں کرتے ہو؟

"پیغامیوں" نے مولوی نورالدین صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی۔ اس لئے ہم نے بھی میاں محمود احمد صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس وقت نہ پوچھا جائے گا۔ کہ "پیغامیوں" کی تقلید اتنی اہم تھی۔ تو صرف ایک معاملہ میں ہی کی۔ باقی میں کیوں نہ کی؟ جہاں اپنے مطلب کی بات نظر آوے وہاں تقلید کرنا اور جہاں خلاف پڑے وہاں بیزاری ظاہر کرنا درحقیقت یہ اپنے خواہش نفس کی تقلید ہے نہ کہ کسی اور کی۔ اور میں نے صاف طور پر کر دیا ہے۔ کہ کن حالات میں مولوی نورالدین صاحب کی بیعت کی گئی تھی۔

مولانا انجمن ہی کو حضرت مسیح موعود کا جانشین سمجھتے تھے

چنانچہ جب مولوی صاحب نے سوالات بھیجے تو اصل واقعہ ان کے سامنے رکھدیا گیا۔ انہوں نے جو مسجد میں تقریر کی۔ اس میں انہوں نے کوئی فیصلہ نہ فرمایا۔ کہا تو یہ کہا کہ تم لوگوں نے چونکہ میرے ہاتھ پر بیعت کرلی ہے۔ اس لئے میری زندگی میں یہ معاملہ نہ اٹھاؤ۔ اور مولوی نورالدین صاحب نے ان معنوں میں کبھی بھی اپنے آپ کو خلیفہ نہیں منوایا جن میں اب میاں محمود احمد صاحب منوا رہے ہیں۔ انہوں نے میاں صاحب کی طرح انجمن کی اس دفعہ میں سے جس میں حضرت مسیح موعود کو انجمن کا مطاع قرار دیا تھا حضرت مسیح موعود کا نام کٹوا کر اپنا نام نہیں لکھوایا۔ اور نہ کبھی انجمن کے فیصلہ میں دخل دیا۔ بلکہ ایک دفعہ عید کے خطبہ میں صاف فرمایا کہ حضرت صاحب کی وصیت کی رو سے انجمن ہی آپ کی جانشین ہے۔ ہاں انجمن کے ممبروں نے میری بیعت کرلی ہے۔ یعنی ان کے نزدیک بھی حضرت مسیح موعود کی جانشین انجمن ہی تھی

میاں صاحب کی پارٹی انصار اللہ کا قیام اور اس کے کارہائے نمایاں

جن کے دلوں میں خلافت کی تمنا نے آگ لگا رکھی تھی۔ وہ جوڑ توڑ سے کب باز آنے والے تھے مولوی نورالدین صاحب کی زندگی بھر انہیں کے ممبروں سے بدظن کرنے کی کوشش برابر جاری رہی۔ جس نے تفصیل دیکھنی ہو۔ وہ پیغام صلح کے سلور جوبلی نمبر میں میرے مضمون "اختلاف سلسلہ احمدیہ کی مختصر سرگزشت" کو پڑھ لے۔ یہاں اس تفصیل کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ میاں محمود احمد صاحب سیاست کی مستند کتابوں میں پڑھ چکے تھے کہ کسی منصب کو حاصل کرنے کیلئے ضرور ہے کہ اپنی کوئی پارٹی ہو۔ چنانچہ انجمن کے اندر تو پہلے ہی اپنی پارٹی بنا رکھی تھی۔ اب قوم کے اندر بھی اپنی پارٹی بنائی۔ جس کے پیشوا خود میاں صاحب موصوف بنے اور اس پارٹی کا نام انصار اللہ رکھا۔ اور الفضل نامی اپنا ایک اخبار بھی جاری کیا۔ یہی پارٹی اور اخبار مولوی نورالدین صاحب کی وفات پر میاں صاحب کے بڑے کام آئے۔ جس پارٹی نے شور و شغب مچا کر میاں صاحب کو خلیفہ بنایا تھا وہ یہی انصار اللہ پارٹی تھی۔ اور میاں صاحب کے خلاف مولوی محمد علی صاحب کی آواز کو دبانے میں

اس پارٹی نے بڑا کارنمایاں کر کے دکھایا۔

مولانا محمد علی صاحب کیا چاہتے تھے ؟

میاں صاحب کے خلاف آواز میں کچھ نہ تھا۔ فقط یہی تھا۔ کہ میاں محمود احمد صاحب چونکہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو جنہوں نے حضرت مسیح موعود کی بیعت نہیں کی۔ خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سنا ہو۔ سب کو کافر دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے۔ اس لئے انہیں قوم کا مقتدا نہیں بنایا جا سکتا۔ پس ہمیں حضرت مسیح موعود کی وصیت کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور جیسا کہ اس میں لکھا ہے۔ کہ انجمن حضرت مسیح موعود کی جانشین ہے۔ اسی کے مطابق عملدرآمد کرنا چاہیئے اور کسی فرد واحد کو پیر بنا کر ساری جماعت کا اس کی بیعت کرتے رہنے کا غلط طریق جو خلاف وصیت رائج ہو گیا ہے۔ اسے ترک کر دینا چاہیئے۔

میاں صاحب کیلئے یہ بات ناقابلِ برداشت تھی :

میاں محمود احمد صاحب یہ بات کب برداشت کر سکتے تھے۔ انہوں نے اپریل ۱۹۱۱ء میں یہ تکفیر کا مسئلہ بھی حصولِ خلافت ہی کے لئے خواجہ کمال الدین صاحب کی پبلک میں ہر دلعزیزی کو مٹانے کی خاطر ایجاد کیا تھا۔ اب وہ عین وقت پر جب خلافت کا پیالہ منہ کے قریب تھا۔ ایسی آواز کو کس طرح اٹھنے دیتے۔ ان کے انہی موالیوں نے ہوا کا رُخ دیکھ کر اس وقت نہایت درجہ غل مچا دیا۔ کہ ہم کسی کی بات کو سننا ہی نہیں مانگتے اور میاں محمود احمد صاحب نے بھی موقع کو غنیمت جان کر فوراً جھپا جھپ بیعت لینی شروع کر دی

انصار اللہ پارٹی کی نازیبا حرکات

اور انصار اللہ پارٹی نے خوشی سے اچھلنا اور کودنا اور پگڑیاں اچھالنی شروع کر دیں اور

قصرِ خلافت مبارک اور تختِ خلافت مبارک کے نعروں سے زمین وآسمان گونج گئے اور رات کو میاں صاحب موصوف کے نفس نے بھی میاں صاحب کو مبارکباد دی۔ کہ ؎

شکر للہ مل گیا ہم کو وہ لعلِ بے بدل
کیا ہوا گر قوم کا دل سنگِ خارا ہو گیا

یعنی آخر محنت کا صلہ مل گیا اور تخت حاصل ہو گیا۔ قوم میں سے دل کی نرمی اور خشیت اللہ جاتی رہے۔ تو اس کی پروا نہیں۔

حصولِ خلافت کیلئے منصوبہ بازیاں۔ مولانا اکبر شاہ خاں مرحوم کا بیان :

اس خلافت کے حصول کیلئے کیا کیا در پردہ منصوبہ بازیاں انصار اللہ پارٹی کر رہی تھی وہ طشت ازبام ہو چکی ہے۔ ایک بیان مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی کا یہاں درج کر دیتا ہوں جس سے اس منصوبہ بازی کی ایک جھلک نظر آتی ہے۔ وہ بیان یہ ہے :- "جس روز حضرت خلیفۃ المسیح رضی اللہ عنہ (یعنی مولانا نورالدین صاحب۔ ناقل) نے بعد عصر وصیت لکھ کر مولانا محمد علی صاحب سے تین مرتبہ سنوائی۔ اس کے بعد اسی روز قبل از مغرب جبکہ میں شیخ یعقوب علی صاحب کے مکان کے نیچے سے شہر سے دارالعلوم کو آرہا تھا۔ سامنے سے مولوی محمد اسمٰعیل صاحب مدرس مدرسہ احمدیہ آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ اور انہوں نے کہا کہ تجھ سے ایک خاص بات کہنی ہے۔ میں کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے کہا حضرت صاحب (مولانا نورالدین صاحب۔ ناقل) نے وصیت تو لکھ ہی دی ہے۔ آپ نے سنا ہو گا۔ میں نے کہا کہ ہاں میں اس جلسہ میں موجود تھا۔ پھر انہوں نے کہا کہ آپکو معلوم ہے کہ اب خلافت کا معاملہ درپیش ہو گا۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ کہا کہ حضرت مسیح موعود نے جیسے کہ لکھا ہے کہ چالیس آدمی جس کیلئے متفق ہوں۔ اس کے ہاتھ پر بیعت ہو۔ لہٰذا حافظ صاحب نے (مراد حافظ روشن علی صاحب سیکرٹری انصار اللہ پارٹی سے ہے۔ ناقل) بعض دوستوں کے نام مجھے بتلائے ان میں آپ کا نام بھی لیا تھا کہ ان سے ذکر کر دینا۔ یہ سوچا گیا ہے۔ کہ جب ایسا واقعہ ہو۔ فوراً ہی چالیس آدمی یک لخت بول اٹھیں۔ تا کہ کسی کو چوں چرا کا موقعہ نہ ملے۔ اور کوئی جھگڑا اٹھا ہی نہ سکے۔ پس آپ بتائیں کہ میں اُن سے کیا کہہ دوں؟ میں نے کہا، مولوی صاحب! یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ میاں صاحب کی میرے دل میں بہت

عزت اور عظمت ہے۔ لیکن میں اس کو جائز نہیں سمجھتا۔ کہ ایک خلیفہ جو ہم میں ابھی زندہ ہے۔ ان کے موجود ہوتے ہوئے ہم کسی کے لئے کوئی تجویز کریں۔ اور اس لئے میں نام اپنا نام لکھ کر دے سکتا ہوں۔ نہ اور کچھ" مولوی صاحب نے کہا کہ نہیں ہم لکھواتے کچھ نہیں۔ لیکن صرف اپنا خیال بتا دیں۔ میں نے کہا۔ کہ بس مجھ کو جو کچھ کہنا تھا۔ کہہ چکا اور اب نماز مغرب کا وقت ہو گیا ہے۔ مجھ کو مسجد نور میں نماز پڑھنی ہے میں جاتا ہوں۔" چنانچہ میں وہاں سے چل دیا۔ اور دوڑتا ہوا مسجد میں پہنچ گیا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ صحیح واقعہ بیان ہو جائے۔ اور جبکہ مجھ سے چاہا گیا کہ میں یہ شہادت لکھ دوں تو میں نے بلا تامل لکھ دی ہے۔ اور اس سے پہلے زبانی بھی کہا تھا اور میں امید کرتا ہوں کہ مولوی محمد اسمٰعیل صاحب میرے اس بیان کی تصدیق کریں گے (دستخط) اکبر شاہ خاں نجیب آبادی ۲۱ مارچ ۱۹۱۴ء

میاں صاحب کے خلیفہ بننے کے بعد قادیانیوں کا غلط پروپیگنڈا!

میاں محمود احمد صاحب کے خلیفہ بننے کے بعد پھر جو گورنمنٹ اور باہر کی جماعتوں کو غلط تاریں دی گئیں کہ میاں محمود احمد صاحب بالاتفاق خلیفہ چن لئے گئے ہیں۔ اور کس طرح تمام اطراف میں کثرت سے مبلغین بھیجدیئے گئے۔ جنہوں نے دور افتادہ ناواقف احمدیوں سے تحریری بیعت پر دستخط کروا کے قادیان کو روانہ کیا۔ یہ ایک لمبی داستان ہے اور کیسے کیسے غلط پروپیگنڈوں سے جماعت کو مغالطہ میں ڈال ڈال کر لوگوں کو سمیٹا گیا ہے۔ ورنہ مذہبی پروپیگنڈے کا ایک تاریک ورق ہے جو تاریخ عالم میں لکھا جا چکا ہے۔ اور شاید اس کی اصل حقیقت پر سے تو اب قیامت کے دن ہی پردہ اٹھیگا۔ جب یوم تبلی السرائر کا نظارہ پیش نظر ہوگا۔

اختلاف کے بعد تمام جماعت پر میاں صاحب کا برق رفتار حملہ؟

غرضیکہ ہٹلر کی طرح ایک برق رفتار حملہ سے تمام جماعت پر قبضہ کر لیا گیا۔ جیسا کہ خود اس زمانہ کے الفضل کی تحریروں سے یہ امر ثابت ہے۔ بطور نمونہ چار حوالے پیش کرتا ہوں۔

الفضل ۱۳؍اپریل ۱۹۱۴ء "قادیان میں سب آپ کی خلافت پر متفق ہیں۔"
الفضل ۲۰؍اپریل ۱۹۱۴ء "یقینی طور پر کل انجمنیں بیعت میں داخل ہو چکی ہیں لپٹ در اور گوجرانوالہ کے دو چار آدمی رکے ہوئے ہیں۔" الفضل ۱۱؍مئی ۱۹۱۴ء "ہم کئی بار بتا چکے ہیں ۹۸ فیصد بیعت کر چکے ہیں"
الفضل ۱۸؍مئی ۱۹۱۴ء "لاہور میں صرف ۵-۳ غیر مبائع رہ گئے ہیں۔"

میاں صاحب کا مصالحت سے صاف انکار!

مولوی محمد علی صاحب پر جو قادیان کے "تین آدمیوں" میں سے ایک تھے۔ قادیان میں سوقیانہ نعروں اور طعن و تشنیع کے آوازوں سے جب زمین تنگ کر دی گئی۔ تو مولوی محمد علی صاحب لاہور چلے آئے یہاں آکر انہوں نے جماعت کے اکابرین کو جمع کیا اور میاں محمود احمد صاحب سے مصالحت کی کوشش کی۔ کہ اگر وصیت کے مطابق انجمن کو حضرت مسیح موعود کا جانشین تسلیم کر لیا جائے۔ اور احمدیوں کو میاں محمود احمد صاحب کی بیعت کرنے کیلئے مجبور نہ کیا جائے تو صلح ہو سکتی ہے۔ اور باہم مل کر خدمت دین کا کام کیا جا سکتا ہے۔ لیکن میاں محمود احمد صاحب نے وفد سے ملنے سے انکار کر دیا۔ اور سب غیر مبائعین کو فاسق اور ابلیس کا خطاب دے کر سرخرو ہو گئے۔

جماعت لاہور کا قیام

ناچار مجبور ہو کر ۳؍مئی ۱۹۱۴ء کو احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی بنیاد رکھی۔ جس کے متعلق "الفضل" ۱۱؍مئی ۱۹۱۴ء کا بیان قابل توجہ ہے۔ لکھتے ہیں:
"صرف بیس پچیس تا مقام لاہور میں ۳؍مئی کو جمع ہوئے اور ۹۵ ممبر ہو سکے۔"
"الفضل" کا اپنی جماعت کا ۹۸ فیصد ہونے کا اعلان میں اوپر نقل کر چکا ہوں۔

ایک قابل غور بات

اب مقام غور ہے کہ یہ دو فیصد۔ تعداد میں ساٹھ ستر لاہوری احمدی کس حالت میں تھے کہ ان کے پاس نہ کوئی دفتر تھا نہ مکان۔ نہ روپیہ نہ مبلغ، چند آدمی تھے۔ جو تمام مکانات، مساجد، مدرسے، سکول، بورڈنگ ہاؤس، کتب خانے روپیہ پیسہ سب کچھ قادیان چھوڑ کر خالی ہاتھ لاہور میں جمع ہوئے۔ اس تڑپ کو لے کر کہ مسلمانوں کی تکفیر

ہے جس پر نئے قادیانی مذہب کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ الگ ہو کر تبلیغ اسلام کے کام کی بنیاد رکھیں۔ پھر خدا نے اس معدودے چند گروہ کو اپنے وعدے کے مطابق جو اس آیت میں ہے کہ انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیٰوۃ الدنیا ویوم یقوم الاشھاد۔ کہ بیشک ہم اپنے فرستادوں کی نصرت کرتے ہیں اور ان کی نصرت کرتے ہیں جو ایمان لاتے ہیں، دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔ اسی آیت کے ماتحت حضرت مسیح موعود نے اپنی وصیت میں پہلی نصرت الہیٰ کو قدرت اولیٰ فرمایا ہے اور دوسری نصرت کو جو مومنوں کے ساتھ ہوتی ہے قدرت ثانیہ فرمایا۔ اس خدائی وعدہ کے ماتحت اللہ تعالےٰ نے جس طرح اس قلیل جماعت کی نصرت فرمائی اور اس سے خدمت دین کا کام زیادہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ قدرت ثانیہ اس جماعت کے ساتھ ہے جو لاہوری احمدی جماعت ہے۔

قادیانی اور لاہوری جماعت کے عقائد کا فرق

اب میں قادیانی اور لاہوری جماعت کے عقائد اور اصولوں کا بھی فرق بتا دوں۔ تو بہتر ہو گا۔

(۱) لاہور والے ہر ایک کلمہ گو اہل قبلہ کو مسلمان سمجھتے ہیں، قادیان والے ہر ایک کلمہ گو اہل قبلہ کو کافر خارج از اسلام سمجھتے ہیں۔ سوائے اُن کے جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں داخل ہوں۔ ان کے نزدیک اگر کوئی شخص حضرت مسیح موعود کو صادق بھی مانتا ہو۔ مگر بیعت نہ کی ہو۔ تب بھی وہ کافر خارج از اسلام ہے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہ سُنا ہو۔ تب بھی وہ کافر خارج از اسلام ہے۔

(۲) حضرت مسیح موعود کو لاہور والے ایک عظیم الشان مجدد مانتے ہیں۔ قادیان والے نبی مانتے ہیں انہیں معنوں میں جو اسلام کی اصطلاح میں نبی ہوتا ہے۔ خاتم النبیین کے معنے لاہور والوں کے نزدیک نبوت کو ختم کرنیوالے کے ہیں اور قادیان والوں کے نزدیک اپنی مہر سے نبی بنانے والے کے ہیں۔

(۳) لاہور والوں کا یہ ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ ابتدائے دعوے سے آخر تک ایک ہی دعویٰ تھا۔ اور قادیان والوں کا یہ ایمان ہے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت مسیح موعود اپنے دعویٰ نبوت کو سمجھتے نہ تھے۔ اور جب مخالف علما آپ کی طرف دعوئے نبوت منسوب کر کے آپ کو کافر ٹھہراتے تھے۔ تو آپ جو خفا ہو کر اُن سے مباہلہ کیلئے تیار ہو جاتے تھے۔ اور خانہ خدا میں کھڑے ہو کر دعوئے نبوت

کا انکار کرتے تھے۔ تو نعوذ باللہ یہ آپ کی ناسمجھی تھی سنہ ۱۹۰۱ء میں آپکو سمجھ آگئی۔ اور آپ اسی نبوت کے نعوذ باللہ دعویٰ بن بیٹھے جس دعویٰ پر آپ سنہ ۱۹۰۱ء سے قبل لعنت بھیجتے تھے۔ لاہور والے ان باتوں کو حضرت مسیح موعود پر افترا جانتے ہیں۔

(۴) حضرت عیسیٰؑ کی پیش گوئی احمد کے آنے کے بارے جو قرآن مجید میں مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد کی آیت میں مذکور ہے۔ لاہور والے اس پیشگوئی کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھتے ہیں اور قادیان والے حضرت مسیح موعود کو۔

(۵) لاہور والے حضرت مسیح موعود کا جانشین ان کی وصیت کے مطابق انجمن کو سمجھتے ہیں جس کا ہر ایک فیصلہ امرھم شوریٰ بینھم کے ماتحت آپس کے مشورہ اور کثرت رائے سے ہوتا ہے۔ وہ جمہوریت کے قائل ہیں۔ اور شخصی حکومت و استبدادیت کے منکر ہیں۔ قادیان والے میاں محمود احمد صاحب کو حضرت مسیح موعود کا جانشین خلیفہ مطاع الکل معصوم عن الخطا مانتے ہیں جس کے اختیارات کا احاطہ کرنا عاجز انسان کے فکر و وہم سے بھی بالاتر ہے کیونکہ وہ بزعم خویش خدا کا خلیفہ ہے جو نہ کبھی غلطی کر سکتا ہے نہ کوئی اسے معزول کر سکتا ہے۔ اس پر سچے اعتراض کرنے والا بھی خدا کے ہاں مستوجب سزا ہے صدر انجمن احمدیہ قادیان کی پوزیشن اس کے ماتحت نوکروں کی ایک ٹولی کی ہے اور بس۔

ان پانچ عنوانات کے علاوہ اور بہت سے چھوٹے چھوٹے اختلافات ہیں جن کا ذکر یہاں کرنا موجب طوالت ہے۔ کسی کو طوالت کا شوق ہو تو وہ دونوں فریق کا لٹریچر پڑھ سکتا ہے۔

صاحب انصاف مسلمانوں سے ایک سوال ؟

اب میں ہر ایک صاحب انصاف مسلمان سے دریافت کرتا ہوں کہ اگر کسی کے دل میں حضرت محمدؐ رسول اللہ صلعم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت ہو تو کیا وہ مذکورہ بالا عقائد جو قادیانیوں کے ہیں ایک لمحہ کے لئے بھی برداشت کر سکتا ہے؟ پھر اگر ہم لاہوری احمدی ان لوگوں سے الگ ہو گئے تو کیا برا کیا؟ کیا اسلام کے مفاد کی خاطر ضروری نہ تھا کہ ہم ان سے علیحدہ حضرت مسیح موعود کے صحیح مشن خدمت اسلام کی بنا پر انجمن قائم کرکے اشاعت اسلام کا کام شروع کرتے ---؟

حافظ شبیر محمد خوشابی پرنٹر پبلشر نے دین محمدی پریس لاہور سے طبع کرا کر شائع کیا